تعلیم وتربیت ارشادات علویہ کی روشنی میں

پروفیسر سید محمد عزیزالدین حسین ہمدانی
جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

نہج البلاغہ[۱] تاریخ کا ایک اہم ماخذ ہے۔عرب دنیا جب تاریخ کے تصور سے ناواقف تھی اس دور میں مولا علیؑ کے یہ ارشادات تاریخی لحاظ سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔آپ کے خطبات ورقعات ساتویں صدی عیسوی کے سیاسی، سماجی ، معاشی اور ثقافتی حالات کے مطالعہ کے لئے ایک دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ وہ دور ہے جب قرآن اور احادیث کے علاوہ کچھ اور مطالعہ کے لئے موجود ہی نہیں تھا۔مولانا ضیاء الدین برنی صاحب تاریخ فیروز شاہی میں، جو تیرہویں صدی عیسوی کی تاریخ کا ایک شاہکار ہے لکھتے ہیں ''صحابہ میں مرتضیٰؑ کو کئی حیثیتوں سے مسلمہ طور پر شرف حاصل ہے..... پانچویں یہ کہ صحابہ میں وسعت علم کے لحاظ سے ان کی نظیر نہ تھی'' [۲]، برنی کا یہ جملہ بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ مولا علیؑ کے علم اور نظام تعلیم سے متعلق ساتویں صدی میں دیے گئے ارشادات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

علم سے متعلق فرماتے ہیں'' وہ علم بہت بے قدر و قیمت ہے جو زبان تک رہ جائے اور وہ علم بلند پایہ ہے جو اعضاء وجوارح سے نمودار ہو'' ظاہر ہے کہ جو علم صرف بیان کیا جاتا ہے اس سے کوئی فائدہ نہیں لیکن جس علم پر عمل کیا جائے وہ فائدہ مند ہے اور ایسا کرنے والے کو ہی عالم باعمل کہا جاتا ہے۔مولا علیؑ کا ارشاد گرامی یہی ہے کہ علم رکھنے والے کو اس پر عمل بھی کرنا چاہئے۔[۳] پھر فرماتے ہیں جب کوئی حدیث سنو تو اسے عقل کے معیار پر پرکھ لو، صرف نقل الفاظ پر بس نہ کرو، کیونکہ علم کے نقل کرنے والے تو بہت ہیں اور اس میں غور کرنے والے کم ہیں [۴] ہم مذہبی جذبات میں بہہ جاتے ہیں اور مذہبی مسائل کا تجزیہ نہیں کرتے مولا علیؑ ساتویں صدی میں ارشاد فرمارہے ہیں کہ اگر کوئی حدیث سنو تو پہلے اس کو عقل کے معیار پر پرکھو کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ ورنہ آج ہم اگر ایسی احادیث کو جگہ دیدیں گے جس کا کوئی تعلق رسول اللہؐ کے ارشادات سے نہیں ہے تو آنے والے دور میں یہ فساد کا باعث ہوگا لہٰذا آپ ہدایت فرمارہے ہیں پھر آپ اس دور کے لوگوں کی صلاحیتوں سے بھی واقف ہیں کہ غور وفکر کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔

پھر عالم کے مرتبے اور اس کے مقام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں ''انبیاء سے زیادہ خصوصیت ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو ان کی لائی ہوئی چیزوں کا زیادہ علم رکھتے ہیں ۔ پھرآپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ابراہیمؑ سے زیادہ خصوصیت ان لوگوں کو تھی جو ان کے فرمانبردار تھے اوراب اس نبیؐ اور ایمان لانے والوں کوخصوصیت ہے۔ حضرت محمد ﷺ کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اور ان کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے اگرچہ نزدیکی قرابت رکھتا ہو''۵

عالم کو ہدایت فرمارہے ہیں'' جو لوگوں کا پیشوا بنتا ہے تو اسے دوسروں کوتعلیم دینے سے پہلے اپنے کوتعلیم دینا چاہئے اور زبان سے درس اخلاق دینے سے پہلے اپنی سیرت وکردار سے تعلیم دینا چاہئے اور جو اپنے نفس کی تعلیم وتادیب کرے وہ دوسروں کی تعلیم وتادیب کرنے والے سے زیادہ احترام کا مستحق ہے''۶ پہلے خود اپنے علم کومکمل کرے پھر اپنے اخلاق کو درست کرے تب دوسروں کوتعلیم دے۔ آج تعلیم کے لئے تو بڑی دانشگاہیں ہیں لیکن اخلاق پر توجہ ہی نہیں۔ مولاعلیؑ کے مطابق علم بہترین سیرت کے ساتھ ہونا چاہئے تب اس علم کا دوسروں پر اثر ہوگا۔ مولاعلیؑ حضرت کمیل سے مخاطب ہوکر فرمارہے ہیں۔''اے کمیل! یہ دل اسرار وحکم کے ظروف ہیں۔لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ایک عالم ربانی، دوسرا متعلم جونجات کی راہ پر برقرار ہے اور تیسرا عوام الناس کا وہ گروہ جس نے نورعلم سے کسب ضیا نہیں کیا۔ اے کمیل یاد رکھو کہ علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تمہاری نگہداشت کرتا ہے ۔علم کی شناسائی ایک دین ہے۔ یادرکھو کہ علم حاکم ہوتا ہے اور مال محکوم ۔ اے کمیل ! مال اکٹھا کرنے والے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں اورعلم حاصل کرنے والے رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں بے شک ان کے اجسام نظروں سے اوجھل ہوجاتے ہیں مگران کی صورتیں دلوں میں موجود رہتی ہیں یہاں علم کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے کاش ! اس کے اٹھانے والے مجھے مل جاتے''۷ کس انداز میں آپ نے علم کی توجیح فرمائی ہے۔لیکن ساتویں صدی عیسوی میں مسلمانوں اور اپنے شیعوں سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں کہ علم کا ذخیرہ موجود ہے لیکن اس کے حاصل کرنے والےنہیں ہیں۔ یہ ایک بڑا سوالیہ نشان ہے؟ آج بھی دنیا میں اور ہندوستان میں جہاں ہم رہتے ہیں مسلمان اور شیعیان علیؑ تعلیم کے میدان میں ان کی شرح دوسرے لوگوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ آپ فرماتے ہیں'' جوعبرت حاصل کرتا ہے وہ بینا ہوجاتا ہے اور جو بینا ہوتا ہے وہ بافہم ہوجاتا ہے اور جو بافہم ہوتا ہے اسے علم حاصل ہوجاتا ہے ۸ جنہوں نے علم حاصل کرلیا ہے ان کے بارے میں فرماتے ہیں'' علم نے انہیں ایک دم حقیقت وبصیرت کے انکشافات تک پہونچادیا

ہے۔ وہ یقین واعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں۔''

علمائے بے عمل کے بارے میں فرماتے ہیں ''مجھ سے رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ مجھے تمہارے لئے ہر اس شخص سے اندیشہ ہے جو دل سے منافق اور زبان سے عالم ہے۔ کہتا وہ ہے جسے تم اچھا سمجھتے ہو اور کرتا وہ ہے جسے تم برا سمجھتے ہو''۹

مولاعلیؑ نے علم تاریخ کی اہمیت کے بارے میں فرمایا ''گذرے ہوئے لوگوں کے واقعات اس کے سامنے رکھنا۔ تمہارے پہلے لوگوں پر جو بیتی ہے اسے یاددلانا۔ان کے گھروں اور کھنڈروں میں چلنا پھرنا اور دیکھنا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا، کہاں سے کوچ کیا، کہاں اترے اور کہاں ٹھہرے ہیں۔''۱۰ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ گذرے ہوئے لوگوں کے واقعات سے عبرت حاصل کرو۔ یہ علم تاریخ کی بنیاد ہے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں نے علم تاریخ پر توجہ دی اور کام کیا۔ اس لئے کہ تاریخ سے ہمیں سبق حاصل کرنا ہے اور پھر اپنے مستقبل کی تعمیر کرنی ہے۔ جس صدی میں مولاعلیؑ نے یہ ارشادات جاری فرمائے ۔ یوروپ اور ہندوستان اس سمجھ سے قطعی ناواقف تھا۔ قدیم ہندوستان کی کوئی تاریخ ہی نہیں لکھی گئی ہندوستان میں تاریخ نگاری کی صحت مند روایت مسلمانوں نے شروع کی۔ ہندوستان کے لئے مسلمانوں کا یہ بہت بڑا تحفہ تھا ۔ پھر مولاعلیؑ فرماتے ہیں ''ان کے گھروں اور کھنڈروں میں چلنا پھرنا ''یعنی آثار قدیمہ کا مطالعہ کرنا۔ تاریخ ہی نہ تھی تو دنیا آثار قدیمہ کے مطالعہ سے قطعی ناواقف تھی ہندوستان میں آثار قدیمہ پر کام کنگھم نے ۱۰ ویں صدی عیسوی سے کیا تب وادی سندھ کی تہذیب کی تاریخ لکھی گئی ۔ آج مسلمان ان تمام میدانوں میں پیچھے ہے جن کی ہدایت ان کے امام اور خلیفہ چہارم ساتویں عیسوی میں دے چکے تھے۔ وزیر آعظم ہند ڈاکٹر منموہن سنگھ نے ''دہلی کے آثار قدیمہ'' نام کی کتاب کی رسم اجرا کے موقع پر ۲۸ ستمبر ۲۰۱۰ء کو فرمایا کہ دہلی ایک میوزیم ہے۔ لیکن دہلی کو میوزیم بنانے میں تیرھویں صدی عیسوی سے اٹھارویں صدی عیسوی تک کا یہ کارنامہ مسلمانوں نے انجام دیا۔ آج ہم اپنی تاریخ سے ہی واقف نہیں تو ہمیں کیا پتہ ہوگا کہ ہمارے بزرگوں نے کیا کارنامے انجام دئے۔ آج دہلی میں عوام کو تو رہنے دیجئے۔دہلی کی چار دانشگاہوں دہلی یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، جواہر لال نہرو یونیورسٹی اور جامعہ ہمدرد کے کتنے اساتذہ اورطلباء نے دہلی کے ان آثار قدیمہ کو دیکھا ہے۔ خاص طور سے وہ اساتذہ اور طلبا جن کا تعلق شعبہ تاریخ، شعبہ فارسی، شعبہ عربی، شعبہ اردو، شعبہ اسلامک اسٹیڈیز سے ہے۔ مولاعلیؑ کے نہج البلاغہ میں

ارشاد فرمانے کا کیا اثر ہوا؟ سرسید احمد خاں نے مولاعلیؑ کے ارشادات پر عمل کر کے ان کھنڈروں میں گھوم گھوم کر'' آثار الصنادید ۱۸۴۶ میں لکھ دی جو دہلی کے آثار قدیمہ پر ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اتر پردیش ہائی کورٹ نے بابری مسجد مقدمہ میں آرکیا لوجیکل سروے آف انڈیا سے وہاں ہوئی کھدائی پر رپورٹ تیار کرائی۔ مولاعلیؑ اس کی بات ساتویں صدی عیسوی میں کر رہے ہیں۔

علم تاریخ کی اہمیت اور اس کے مطالعہ کی اہمیت سے متعلق مولاعلیؑ فرماتے ہیں'' اے فرزند! اگر چہ میں نے اتنی عمر نہیں پائی جتنی اگلے لوگوں کی ہوا کرتی تھی۔ پھر میں نے ان کی کارگزاریوں کو دیکھا، ان کے حالات وواقعات میں غور کیا اور ان کے چھوڑے ہوئے نشانات میں سیر و سیاحت کی، یہاں تک کہ گویا میں بھی انھیں میں کا ایک ہو چکا ہوں۔ بلکہ ان سب کے حالات ومعلومات جو مجھ تک پہونچ گئے ہیں ان کی وجہ سے ایسا ہے کہ گویا میں نے ان کے اول سے لے کر آخر تک کے ساتھ زندگی گذاری ہے''[۱۱] ظاہر ہے کہ کسی بھی دور کی تاریخ کے مطالعہ کے بعد وہ شخص اس عہد میں پہونچ جاتا ہے اور پھر اس مطالعہ سے مستفید ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولاعلیؑ تاریخ کے مطالعہ پر زور دے رہے ہیں۔ اکیسویں صدی میں ٹیکنالوجی کے دور میں تاریخ کو پس پشت ڈالدیا گیا ہماری نئی نسل اپنی تاریخ ہی سے واقف نہیں۔

تعلیم وتربیت سے متعلق اپنے فرزند حضرت حسنؑ سے مخاطب ہیں۔ فرماتے ہیں۔ چونکہ مجھے تمہاری ہر بات کا اتنا ہی خیال ہے جتنا ایک شفیق باپ کو ہونا چاہئے اور تمہاری اخلاقی تربیت بھی پیش نظر ہے لہٰذا مناسب سمجھا ہے کہ یہ تعلیم وتربیت اس حالت میں ہو کہ تم نوعمر اور بساط دھر پر تازہ وارد ہوئے اور تمہاری نیت کھری اور نفس پاکیزہ ہے اور میں نے چاہا تھا کہ پہلے کتاب خدا، احکام شرع اور حلال وحرام کی تعلیم دوں اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں کا رخ نہ کروں لیکن یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں وہ چیزیں جن میں لوگوں کے عقائد اور مذہبی خیالات میں اختلاف ہے تم پر اسی طرح مشتبہ نہ ہو جائیں جیسے ان پر مشتبہ ہوگئی ہیں باوجودیکہ ان غلط عقائد کا تذکرہ تم سے مجھے ناپسند تھا مگر اس پہلو کو مضبوط کر دینا تمہارے لئے مجھے بہتر معلوم ہوا اس سے کہ تمہیں ایسی صورت حال کے سپرد کر دوں جس میں مجھے تمہارے لئے ہلاکت وتباہی کا خطرہ ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تمہیں ہدایت کی توفیق دے گا اور صحیح راستے کی راہنمائی کرے گا۔''[۱۲]

نظام تعلیم وتربیت پر مولاعلیؑ کے یہ ارشادات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ یعنی کچھ ایسی چیزیں

بھی تھیں جن پر وہ اپنے فرزند سے بات کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن ضرورت کا تقاضہ تھا باوجودیکہ ''ان غلط عقائد کا تذکرہ تم سے مجھے ناپسند تھا'' انہوں نے اس کو ترجیح دی آج جب کوئی ایسی چیز آتی ہے کہ اسکول کے بچوں کو بتائی جائے تاکہ وہ اس کے مضرات سے محفوظ رہ سکیں تو ہم لوگ ایسی اخلاقی قدروں کی بات کرتے ہیں کہ اسکولی بچوں سے یہ باتیں کیوں کی جائیں؟ لیکن مولاعلیؑ نے ان باتوں کو احکام شرع وغیرہ کی تعلیم دینے سے زیادہ اہمیت دی اور پہلے وہی جو ناپسند تھا اس پر اپنے فرزند سے بات کی تاکہ وہ معاملات ان کے ذہن میں صاف ہوسکیں۔

مشائخ کا سلسلہ حضرت علیؑ سے وابستہ ہے لہٰذا مشائخ نے بھی حضرت علیؑ کی تقلید کی انہوں نے بھی تحصیل علم پر بہت زور دیا شیخ علی ہجویری صاحب ''کشف المحجوب'' فرماتے ہیں کہ ''تمام علوم حاصل کرنا ہر انسان پر فرض ہے۔ ۱۳؎ پھر فرماتے ہیں لہٰذا چاہئے کہ علم حاصل کیا جائے اور اس پر مجد دوسعت عمل کرنے کی سعی ہو۔ جب بندہ علم میں درجہ کمال حاصل کرلیتا ہے تو وہ علم الٰہی کے مقابلے میں ایک جاہل کا درجہ پاتا ہے۔ ۱۴؎ شیخ ضیاء الدین صاحب'' آداب المریدین'' میں فرماتے ہیں ''اگر علم عمل سے خالی ہو تو وہ عقیم ہے اور اگر عمل ،علم سے خالی ہوتو وہ سقیم ہے۔ ۱۵؎'' آگے فرماتے ہیں ''صوفیا فروغ علم میں علماء کے اختلاف کو برا نہیں سمجھتے ۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ''علماء کا اختلاف رحمت ہے'' ۱۶؎ سید شاہ گل حسن قلندر صاحب تعلیم غوثیہ فرماتے ہیں ''صوفیا معلم بھی تھے نہ خود کوئی اور کام کرسکتے تھے نہ طالب علموں کو تعلیم وتربیت کے دوران رزق کمانے دیتے تھے بلکہ توکل اور قناعت کی تلقین کرتے تھے تاکہ دنیاوی جاہ وجلال کے بجائے وہ درویشی کوشیوہ بنائیں اور آگے چل کر اسی بے لوثی اور بے غرضی سے اپنی اپنی خانقاہوں میں محض توکل علی اللہ پر طالبان راہ خدا کی تعلیم وتربیت میں مصروف ہوں ۱۷؎'' خواجہ امیر خورد صاحب ''سیر الاولیاء''شیخ فرید الدین گنج شکر اور شیخ نظام الدین اولیاء کے بارے میں فرماتے ہیں ''بیعت ہونے کے بعد میں نے عرض کیا کہ میرے لئے کیا حکم ہے اب میں تعلیم کو جاری رکھوں اوراد ونوافل میں مشغول ہوجاؤں۔ فرمایا کہ میں کسی کو تعلیم سے نہیں روکتا وہ بھی کرو، یہ بھی کرو'' ۱۸؎ مشائخ نے ہندوستان میں اپنی خانقاہوں میں مدارس قائم کئے اور ان مدارس میں نصاب کی کوئی قید نہ تھی جو بھی شخص حصول علم کے لئے آتا اس کو تعلیم دیتے ۔ مشائخ نے ان مدارس کا قیام نہ صرف ہندوستان کے بڑے شہروں دہلی ، لاہور، ملتان وغیرہ میں کیا بلکہ قصبات میں بھی اپنی خانقاہیں قائم کیں جیسے کنتور ، امروہہ، سیتھل،

کول، سنبھل، سرسی، جلالی وغیرہ وغیرہ اور وہاں تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری کیا۔ جن باتوں کی ہدایت مولاعلیؑ نے نہج البلاغہ میں کی تھی اس پر عمل کرتے ہوئے تعلیم کو ہندوستان میں عام کیا اور ایک خاص طریقے سے ارشاد مولاعلیؑ ہے'' جو ہم اہل بیت سے محبت کرے اسے جامہ فقر پہننے کے لئے آمادہ رہنا چاہئے'' ۱۹ انہوں نے جامہ فقر پہنا، سلاطین سے دوری اور مخلوق خدا سے قربت اختیار کرکے تعلیم کو عام کیا۔ علم اور اولیاء اللہ کے بارے میں مولا علیؑ کا ارشاد ہے'' علم نے انہیں ایک دم حقیقت وبصیرت کے انکشافات تک پہونچادیا ہے وہ یقین واعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے سہتے ہیں کہ جن کی روحیں ملاء اعلیٰ سے وابستہ ہیں یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ہائے ان کی دید کے لئے میرے شوق کی فراوانی ہے'' ۲۰ مسلمانوں کے خلیفہ چہارم کے تعلیم سے متعلق یہ ارشادات بڑی اہمیت کے حامل ہیں جب تک ہم نے ان ارشادات کی اتباع کی ہم نے ترقی حاصل کی لیکن جب سے ہم نے اس ذخیرے کا مطالعہ بند کردیا ہم تعلیم کے میدان میں پیچھے رہ گئے اور دنیا ہم سے آگے نکل گئی۔ آج ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہوگی جو نہج البلاغہ کا مطالعہ تو دور کی بات ہے کبھی نام بھی نہ سنا ہوگا۔ یہی حال شیعیان علیؑ کا بھی ہے انہوں نے نام تو سنا ہوگا لیکن اس کے مطالعہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جبکہ نہج البلاغہ کے تراجم یوروپین دانشوروں نے اپنی زبانوں میں کئے تاکہ وہ اس کتاب سے استفادہ کرسکیں۔ کتاب سے استفادہ عقیدہ سے حاصل نہیں ہوسکتا جو پڑھے گا وہ مستفید ہوگا۔

مولاعلیؑ کی وسعت علمی کی ایک اور دلیل معاویہ سے متعلق مولانا حافظ شاہ محمد علی حیدر سجادہ نشین خانقاہ کاظمیہ قلندریہ، کاکوری، ضلع لکھنؤ، صاحب'' مناقب المرتضیٰ من مواھب المصطفیٰ'' میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔'' ابی حازم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے معاویہ سے ایک مسئلہ پوچھا وہ کہنے لگے کہ علیؑ سے پوچھو وہ بہت عالم ہیں۔ اس شخص نے کہا اے معاویہ تمہارا جواب علیؑ کے جواب سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ معاویہ نے اس شخص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تو نے بری بات کہی تو ایسے شخص سے کراہت ظاہر کرتا ہے جس کے ظرف کو آنحضرتؐ نے پورے طور پر علم سے بھر دیا تھا'' ۲۱

مختصر لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ نہج البلاغہ قرآن مجید کے بعد وہ عظیم کتاب ہے جو باب العلم حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی تخلیق ہے جس میں خالق کائنات کے الٰہی کلمات یعنی قرآن مجید کی جھلک بخوبی محسوس کی جاسکتی ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت علیؑ کو قرآنی علوم

ومعارف پر جو دسترس حاصل تھی وہ پیغمبر اکرمؐ کے علاوہ روئے زمین پر کسی اور کو قطعی حاصل نہ تھی چنانچہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ قرآنی رموز تک رسائی حاصل کرنے میں مولای متقیان کے خطبات، مکتوبات، فرامین اور کلمات قصار پر مبنی نہج البلاغہ بہت مدد و معاون ثابت ہوتی ہے۔

حوالے:

۱۔مولاعلیؑ ۔ نہج البلاغہ

۲۔ضیاء الدین برنی۔تاریخ فیروز شاہی۔صفحہ،۴۵، ۲۴ نہج البلاغہ ۔۸۳۰

۳۔نہج البلاغہ ۸۳۰ ۴۔ ایضاً ۔ ۸۳۲

۵۔ایضاً ۸۳۲

۶۔ایضاً ۸۲۴

۷۔ایضاً۸۵۱

۸۔ایضاً ۸۶۹

۹۔ایضاً ۶۷۸

۱۰۔ایضاً ۶۹۱

۱۱۔ایضاً ۶۹۴

۱۲۔ایضاً ۶۹۴

۱۳۔شیخ علی ہجویری۔کشف المحجوب ،ص،۸۱

۱۴۔ایضاً ۹۳

۱۵۔شیخ ضیاء الدین ۔آداب المریدین ،ص ۲۲

۱۶۔ایضاً ۲۳

۱۷۔سید شاہ گل حسن قلندر۔تعلیم غوثیہ،ص۔۳۶۱

۱۸۔خواجہ امیر خورد، سیر الاولیاء ،ص ۔۱۹۷

۱۹۔ نہج البلاغہ ۔ ۸۳۷

۲۰۔ایضاً ۔ ۸۵۲

۲۱۔مولانا حافظ شاہ محمد علی حیدر، مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ ،ص۔ ۱۶۲